# ایک دانشمند خاتون

مولانا عبدالجبار سلفی

خیرالقرون کے سنہری دور میں مسلمان جذبہ جہاد سے معمور ہوا کرتے تھے اور آج کے مسلمان زندگی کے طالب اور میدان جنگ سے بزدلی دکھانے والے ہیں لیکن وہ مردان باضبط شہادت کے طالب اور میدان کے مرد ہوا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ کسریٰ ایران اپنے تخت پر بیٹھا ہوا بھی ان سے لرزتا تھا اور خاقان چین ان کی ہیبت سے سہما رہتا تھا۔ جب ان کی تلواریں بجلی کی طرح کوندتی تھیں تو قیصر روم کی آنکھوں کو چندھیا دیتی تھیں۔ وجہ یہ تھی کہ وہ اس خطہ ارضی پر حق و انصاف کے داعی اور سچائی کے پیکر تھے۔ دشمن بھی ان کی ایمانداری اور عدالت کے معترف تھے۔ ان کے دلوں مین خوف الٰہی کے سوا کسی کا خوف نہیں تھا۔ وہ شہادت فی سبیل اللہ لاعلاء کلمتہ اللہ کی امید لے کر گھروں سے نکلتے تھے۔ لیکن غازی بن کر لوٹتے تھے وہ دن کو میدان کے شہسوار اور رات کو مصلیٰ کے شہسوار ہوتے تھے۔ آج کے مسلمان تو طاؤس رباب کے رسیا ہو کر ذلیل و خوار اور مقہور و مغضوب ہو گئے ہیں لیکن وہ شمشیر و سناں کے شیدائی ہوا کرتے تھے۔ غیر مسلم اور انصاف پسند اقوام ان کی فتوحات کے لئے دعائیں کرتی تھیں اور ان کی آمد کی راہ میں آنکھیں بچھا دیتی تھیں۔

الغرض وہ عمل اور کردار کے غازی تھے اور موت شہادت کے اس طرح طالب تھے جس طرح آج کے مسلمان زندگی کے طالب ہیں اور ان عظیم اور پرعزم مجاہدوں میں ایک کا نام ابو عبدالرحمان فروخ تھا یہ شخص نہایت ہی حسین و جمیل اور تندرست و توانا نوجوان تھا۔ کردار اور گفتار کا سچا اور خالص مومن اور ساتھ ہی دنیاوی دولت کی فراوانی بھی کہ تیس ہزار دینار اس کی ملکیت میں تھے یعنی کوئی پچاس لاکھ کے لگ بھگ۔

اس کی شادی بھی ایسی خوبصورت اور خوب سیرت خاتون سے ہوئی جو بڑی ہی اطاعت کیش اور نہایت ہی فرمانبردار تھی اور اس درجہ کی وفادار کہ وہ لمحہ بھر جدا ہو جائے تو ماہی بے آب کی طرح تڑپتی ابھی فروخ کی شادی کو تھوڑا سا عرصہ گزرا تھا کہ مدینہ کا علاقائی ثقافتی مشن وادی عقیق میں برپا ہو گیا۔ پھر رات کی چاندنی نے سونے پر سہاگے کا کام دیا۔ اس ثقافتی مشن میں تمام لوگ اپنے من پسند حلقوں میں بیٹھے ہیں۔ کہیں شعراء کے حلقے قائم ہیں لوگ ان کے اشعار سے محظوظ ہو رہے ہیں اور کہیں علماء کے حلقے قائم ہیں۔ وہاں لوگ ان کے علمی مناقشوں سے لطف اٹھا رہے ہیں اور کہیں ظریف بیٹھے' لوگوں کو لطیفوں اور ظرافتوں سے ہنسا رہے ہیں۔ کئی حلقوں میں دعوتیں اڑائی جا رہی ہیں تو کہیں حربی قسم کی کھیلیں کھیلی جا رہی ہیں۔ الغرض لوگ اپنے اپنے فنون کی نمائش کرا رہے ہیں۔ بڑا عجیب سماں ہے۔ عورتیں مردوں سے الگ ہو کر اپنے حلقے قائم کر رہی ہیں اور اس حسن افزا منظر سے اپنا حصہ وصول کر رہی ہیں۔

کے پاس پانی کے تالاب میں پاؤں لٹکائے محو گفتگو ہیں اور ہنستی ہنستی ایک دوسری پر پانی کے چھینٹے پھینک رہی ہیں اور پھر تھک کر ایک جگہ بیٹھ کر اپنی سہیلی کا انتظار کر رہی ہیں۔ جب انتظار طویل ہو گیا تو ایک نے کہا۔ پتہ نہیں سہیلہ نے اتنی دیر کیوں کی اور اس نے ان راتوں کے لطف کو کیوں فراموش کر دیا۔

امینہ :۔ فروخ کی محبت اس کے دل میں گھر کر گئی ہے۔ اس لئے اب وہ ہمیں کبھی نہیں مل سکتی۔

سہیلیاں:۔ وہ کوئی پہلی خاتون تو نہیں جس کی شادی ہوئی ہو ہم سب شادی شدہ ہیں اس کے باوجود ہم نے سہیلیوں کو نہیں بھلایا اور شوہر کا حق بھی ادا کرتی ہیں۔

امینہ :۔ لیکن سبھی کے شوہر فروخ جیسے تو نہیں ہو سکتے کیا تم نے فروخ کے حسن و جمال اور شباب کی جھلک نہیں دیکھی وہ تو نہایت ہی حسین و جمیل نوجوان ہے اور بڑا دولت مند بھی! سہیلہ کو ایک تو محبت کا نشہ ہے دوسرا دولت کا! اس لئے وہ ہمیں فراموش کئے بیٹھی ہے۔

سہیلیاں :۔ تو اسے بچپن کی سہیلیوں کا تو خیال رکھنا چاہئے۔

امینہ :۔ اگر تم کو یہی چیزیں نصیب ہو جائیں تو تم ماں باپ کو بھول جائیں۔

وہ انہیں باتوں میں مشغول کہ ان کے پاس سے ایک نوجوان شہسوار ہتھیار زیب تن کئے سر اور منہ پر عمامہ لپیٹے ہوئے گزرا جسے وہ پہچان نہ

سکیں انہوں نے تو صرف اس قدر دیکھا کہ وہ لوگوں کی جماعت کو چیرتا ہوا دور دراز نخلستان کے وسط میں غائب ہو گیا اور یہی سیلہ کا شوہر فروخ تھا۔ یہ حسین و جمیل نوجوان شادی کی بہاریں لوٹ رہا تھا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کا اعلان ہو گیا۔ اس اعلان نے فروخ کو دنیا کی ہر چیز سے بیگانہ کر دیا اس شہادت کے طالب نے سامان جہاد تیار کیا اور نہ صرف مال و متاع دنیا بلکہ اپنی با وفا اور حسینہ و جمیلہ بیوی سے بھی لا تعلق ہو گیا۔ بیوی کی ہزار منت و سماجت کے باوجود اس سے روگردان ہو کر شہادت فی سبیل اللہ کا جذبہ لے کر مجاہدوں کے ساتھ محاذ جنگ میں چلا گیا۔

اس زمانے میں اسلامی افواج کا سمندر دنیا کے گوشے گوشے میں ٹھاٹھیں مار رہا تھا اور فتوحات حاصل کرتا ہوا براعظم یورپ' افریقہ اور براعظم ایشیاء کے کثیر حصے پر قابض ہو گیا تھا۔ یعنی علم حق و حدی بلند کرتا ہوا وسیع و عریض سمندروں سے گزرتا بلند و بالا پہاڑوں کو پھاندتا' سنگلاخ وادیوں اور چٹیل میدانوں کو طے کرتا ہوں چین و تاشقند' سندھ و ملتان' ہسپانیہ و حبشہ اور ایشیائے کوچک تک اس طرح جا پہنچا تھا کہ سورج ان کی سرزمین پر طلوع ہوتا اور ان کی سرزمین پر ہی غروب ہوتا تھا۔

فروخ نے اپنے گھر اور خوبصورت و خوب سیرت نئی نویلی دلہن کو الوداع کہا اور تیس ہزار دینار اسے امانت کے طور پر دے کر کہا کہ انہیں حفاظت سے رکھنا یہاں تک کہ میں جہاد سے واپس آ جاؤں کیوں کہ حق زوجیت تو ادا ہو گیا لیکن اللہ کا وہ حق جس سے قومیں سربلند اور سرخرو ہوتی ہیں ادا کرنا ہے۔

لیکن بھولے بھالے فروخ کو یہ بات بھول گئی کہ بیوی کی حفاظت کرنا اور نیک گھرانہ آباد کرنا اسے اکیلا چھوڑنے سے اور لطف و محبت کے جام پلانے کے بعد اسے جدائی کے تلخ گھونٹ پلانے سے بدرجہا افضل ہے۔

اور جشن عقیق کی پر لطف راتوں نے یادگار نقوش ثبت کئے دن گزر گئے سیلہ جو اس جشن کو پر لطف بنانے میں سہیلیوں کا پورا ساتھ دیتی تھی آج وہ موسلا دھار بارش والی رات میں چھپنے والے تارے کی طرح جدائی کے آنسو بہاتی ہوئی گھر کے کونے میں چھپ گئی ہے۔ سہیلیوں نے اس کی عدم شمولیت کا سبب دریافت کرنے کے لئے اس کی رازدان اور عزیز ترین سہیلی امینہ کو بھیجا لیکن آج نہ تو سیلہ اس سے گفتگو کرتی ہے اور نہ ہی اس کی طرف دیکھتی ہے۔ واپسی پر امینہ نے سہیلیوں سے بیان کیا۔

وہ بڑی افسردہ خاطر اور بدحال ہے گویا وہ پہلی سیلہ رہی ہی نہیں وہ سوچ و بچار میں غرق ہے اور گویا اس کے دل میں آگ ہے جو اسے سکون و اطمینان سے بیٹھنے نہیں دیتی وہ آگ اس کے دل کو کھائے جا رہی ہے۔ جب بھی میں نے بات شروع کی وہ تھوڑی سی آنکھیں کھول کر دیکھتی اور پھر بند کر لیتی ہے۔ میں نے بچپن کی یادیں چھیڑیں اور اس کے دل پسند اشعار سنائے اور اشعب کے طنز و مزاح سے بھرپور شگوفے سنائے لیکن وہ افسردہ بیٹھی رہی جونہی میں نے فروخ کا ذکر کیا اس کا بدن جھومنے لگا' چہرہ تمتمانے لگا۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ فروخ سے متعلق باتوں سے محبت کرتی ہے اور ہجر و فراق کے رنج و الم کے گھیراؤ سے خوفزدہ بھی ہے اور اس نے حزن و ملال کے لہجہ میں کہا کہ افسوس وہ کبھی واپس نہیں آئے گا۔

اگر کوئی اور عورت اس مقام پر ہوتی تو وہ فسق و فجور میں مبتلا ہو جاتی اور بے حیائی اپنا کر اپنی دنیا و عاقبت خراب کر لیتی اور برے پیشے سے خاندان و قبیلے کی ناموس کو برباد کر دیتی۔

لیکن سیلہ اپنے تقویٰ' دین داری اور حسب و نسب کی بلندی کی بنا پر اور وفا شعاری کی وجہ سے شیطان کے بہکاوے سے محفوظ رہی اور عفت و عصمت کو محفوظ رکھنے کی بے نظیر مثال قائم کر گئی۔ قریب تھا کہ وہ اپنے محبوب اور حسین و جمیل شوہر کے فراق و جدائی کے سبب دیوانی ہو جاتی لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی رحمت کے سبب بچا لیا۔ سیلہ اپنی شادی کے باعث امیدوار ہو چکی تھی لیکن ابھی اس حالت سے بے خبر تھی چند مہینوں بعد جب حمل کے آثار معلوم ہونے لگے تو رنج و الم زیادہ ہو گئے وہ اپنی سہیلیوں سے الگ تھلگ رہنے لگی اور اس وحشت نے اس کی جمعیت خاطر کو پراگندہ کر دیا۔ وہ ہمیشہ اپنے محبوب خاوند کی تصوراتی خوشبو سونگھنے کے لئے اپنا رخ کثرت سے مشرق کی طرف پھیرتی۔

اور صبح و شام مدینہ منورہ سے آنے جانے والے قافلوں سے ابو عبدالرحمان فروخ کے متعلق دریافت کرتی لیکن فروخ کا پتہ نہ چلتا وہ راتوں کو چاند اور دن کو سورج اور صبح کو باد نسیم سے فروخ کی خیریت اور واپسی کی خبر کا تصور باندھتی شعراء تو اپنے محبوب کو چاند اور سورج اور پھول سے شبیہہ دے کر اپنے مچلتے ہوئے مصنوعی عشق کا اظہار کر کے راتوں کو میٹھی نیند سوتے ہیں لیکن جس کے دل میں حقیقی چاہت ہو اور طلب صادق ہو اس کی آنکھوں میں بیداری کا سرمہ ہوتا ہے۔ نرم بستر خواب پر اسے کانٹے چبھتے ہیں وہ زبان حال میں کہتا ہے:

هنيئا لارباب النعيم نعيمها
و للعاشق المسكين ما يتجرع

کہ اپنی اپنی قسمت ہوتی ہے ناز و نعمت میں پلنے والوں کو ان کی عیش و عشرت مبارک ہو اور غریب عاشق کو جدائی کے تلخ گھونٹ مبارک ہوں۔

سیلہ پر نیند حرام ہو چکی تھی گذشتہ زندگی کے چند محبت بھرے لمحات اسے بے قرار کئے ہوئے تھے اسے انہی لمحات کی چاہت اور شوق تھا اسی فکر میں اس کے دیوانہ ہونے کا خطرہ تھا اس مصیبت سے نجات کا کوئی راستہ ہو سکتا تھا تو یہی

کہ وہ صحابہ کرامؓ یا تابعین لہم باحسان میں سے کسی کا تعاون حاصل کرے جو اسے رشد و ہدایت اور نیکی و تقویٰ کی راہ پر گامزن رکھے۔

کیونکہ قلبی امراض یعنی حرص و ہوا، جبن و بخل، حزن و ملال، حسد و کینہ، حب و عشق پر سوائے دین اور تقویٰ کے اور کوئی چیز قابو نہیں پا سکتی۔ جب بھی کوئی محب یا عاشق اپنے لئے راحت و آرام چاہتا ہے تو اسے یہ چیز بچی توبہ اور اللہ پر پختہ ایمان کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔

چنانچہ سیلہ اپنا اکثر وقت مسجد نبوی میں گزارتی اور بزرگان دین کے وعظ و ارشاد سنتی اور زمین کے اس ٹکڑے پر عبادت کرتی جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ جنت کا ٹکڑا ہے اور یہ زمین جنت کا ٹکڑا اس کے لئے ہے جس کا دل روحانی بیماریوں سے سلامت ہو اور اس کی بصیرت اندھے پن سے محفوظ ہو اس شخص کو اس جنتی ٹکڑے سے پھولوں کی خوشبو اور نعمتوں کا مزا نصیب ہوتا ہے اور آدمی تقویٰ کے دو پروں سے اس جنت میں اڑ کر سیر کرتا ہے۔

دن گزر گئے فروخ جہاد میں مصروف ہو گیا ادھر اللہ تعالیٰ نے اس کے گھر بیٹا دے دیا۔ بچہ دن گزرنے کے ساتھ چلنے پھرنے لگا۔ سیلہ نے اپنے بیٹے پر اپنی توجہ مرکوز کر دی اور اسے سرمایہ حیات بنا لیا۔ رات دن اس کی تربیت سے دل بہلاتی اور اسے محبوب شوہر کی یادگار سمجھتی اور بیٹے کو اس کے باپ کی باتیں سناتی، جب کوئی قافلہ مشرق سے آتا اس سے فروخ کے متعلق دریافت کرتی اور آج آیا اور ابھی آیا کے تخیل میں محو رہتی اور اتنی محو کہ اپنے آپ کو اس کے بازوؤں میں پاتی اور اسے اتنی لمبی مدت گزارنے پر عتاب کرتی، پھر بیٹا آ جاتا اور اس سے مشغول ہو جاتی۔ اس عرصے میں قافلے آتے جاتے رہے۔ لیکن فروخ کی خبر معلوم نہ ہوئی۔ تا آنکہ گھر کا اسباب ختم ہو گیا، ہاتھ تنگ ہو گیا صرف تیس ہزار دینار والا خزانہ باقی رہ گیا لیکن یہ اس امانت کو ہاتھ نہ لگاتی اور بیٹے کو دلاسا دیتی اور کہتی۔

اے بیٹا! کل تک تیرا باپ آ جائے گا اور اس کے پاس بہت سی رقم ہو گی تو ہم اس حلال روزی سے عیش و آرام سے زندگی گزاریں گے۔

بیٹا :- امی میرا ابو کب آئے گا؟

ماں :- عنقریب آنے والے ہیں قافلے کے ساتھ آئے گا۔

دونوں میں فروخ کا تذکرہ ہوتا رہتا اور اس طرح ان کا دن کٹا جاتا اور ساتھ ساتھ روزانہ آنے جانے والے قافلوں سے فروخ کے متعلق دریافت جاری رہتی کہ ایک دن قافلہ آیا تو سیلہ نے اپنے محبوب شوہر کے متعلق اس سے خبر دریافت کی اور فروخ کی شکل و شباہت بتائی اور اس کا تعارف کروایا کہ ایک شخص قریب آیا اور اس نے بتایا کہ میں اسی شباہت والے شخص کو اپنی آنکھوں سے میدان جہاد میں شہید ہوتے دیکھا ہے۔

بس پھر کیا تھا۔ سیلہ پر جو گزری بس وہ اس کا رب ہی جانتا ہے۔ وہ کیفیت الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتی نہ ہی الفاظ میں اتنی سکت ہے۔ سیلہ مغموم و مایوس ہو کر گھر آئی اور اللہ رب العزت سے لو لگائی اور اپنے لخت جگر کو سرمایہ زندگی خیال کر کے علم اور تقویٰ پر اس کی تربیت شروع کر دی اور پورا خزانہ اس کی تعلیم و تربیت پر وقف کر دیا کہ وہ طلب علم کے لئے سفر کرنے اور اپنی اور اپنے ساتھیوں کی ضروریات پر اسے کام میں لائے۔

کئی سال گزر گئے، حکومتیں بدل گئیں، حالات بدل گئے لیکن اسلامی افواج کا سمندر کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی دعوت کا جھنڈا بلند کرتا ہوا بدستور ٹھاٹھیں مارتا رہا اور بڑے بڑے معرکے سر کرتا ہوا چین کی سرحد پر پہنچ گیا۔ خاقان چین اسلامی افواج کی ہیبت سے لرز گیا۔ اس نے اسلامی افواج کے سپہ سالار حضرت قتیبہ بن مسلم سے درخواست کی کہ وہ بغیر جنگ کے ہی آپ ان کے مطالبات ماننے کو تیار ہے۔ حضرت قتیبہ نے فرمایا کہ امیر المومنین نے قسم کھائی ہے کہ وہ سرزمین چین کو روند کر ہی دم لیں گے۔ خاقان چین نے درخواست کی کہ امیر المومنین اپنی قسم اس طرح پوری کر لیں کہ ہم اپنے ملک کی مٹی کا بھرا ہوا ٹوکرا ان کے قدموں میں ڈال آتے ہیں اور وہ اسے قدموں سے روند ڈالیں اور قسم پوری کر لیں۔ چنانچہ خلیفہ کے سامنے یہ تجویز رکھی گئی اور اس پر اتفاق کر لیا گیا اور پورا چین اسلامی حکومت کے سامنے سرنگوں ہو گیا۔

بالآخر اسلامی افواج منصور و مظفر ہو کر لوٹیں اور ان ممالک کی طرف متوجہ ہوئیں جن کے باشندے اسلامی حکومت کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ فروخ ان مہموں میں ستائیس سال گزر گئے۔ اسلامی افواج کا یہ بھی وظیفہ تھا وہ دن کو فریضہ جہاد ادا کرتیں اور رات کو کچھ وقت اللہ کے سامنے راز و نیاز کرتیں اور عبادت کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے سرگوشیوں کا لطف اٹھاتیں اور پھر جسم کا حق ادا کرنے کے لئے لیٹ جاتیں کیونکہ وہ مجاہدین فضل و شرف اور اخلاص کی عمدہ ترین مثال تھے اور دن کو میدان کے شیر اور رات کو نماز کے شہسوار ہوتے تھے۔

ایک رات جبکہ پورا لشکر نوافل ادا کر کے سو گیا تھا پہرہ داروں اور ایک شخص کے سوا کوئی بھی نہ جاگتا تھا۔

ابو عبدالرحمان فروخ کو محسوس ہوا کہ کوئی خفیہ ہاتھ اس کے دل کو چھو رہا ہے اور اسے اس کے ماضی کی طرف متوجہ کر رہا ہے۔ چنانچہ وہ ستائیس سال کے عرصہ کو رات کے اندھیرے میں یاد کرتا ہے اور بے قرار ہو کر خیمے سے باہر

نکل آتا ہے۔ ایسی پرسکون رات جس میں سوائے پہرے داروں اور ان وحشی درندوں کے جو میدان جنگ کی لاشوں پر جھپٹے ہوئے ہیں اور کوئی آواز نہیں وہ فوج کے پڑاؤ سے باہر نکلنا شروع کر دیتا ہے۔ کوئی پہرے دا اس کو روکتا نہیں کیونکہ سب اسے جانتے ہیں شاید وہی اکیلا پرانا ستائیس سالہ مجاہد جو کبھی لشکر سے جدا نہ ہوا ہو وہ چل کر پہاڑ پر کھلی فضا میں مشرق کی طرف منہ کرکے بیٹھ جاتا ہے۔ پو پھوٹنے کے آثار ظاہر ہو رہے رہیں۔ لیکن اس نے مغرب کی طرف منہ کر لیا اور اس کو محسوس ہوا کہ اس کا دل پسیجا جا رہا ہے۔ وہ عالم تصور میں اپنی سہیلہ کے چاند جیسے منہ کو دیکھتا ہے کہ وہ اسے دروازے پر کھڑے ہو کر نہ جانے کی درخواست کر رہی ہے لیکن وہ اسے کی پرواہ نہیں کرتا۔ جب وہ گھر سے نکلا تھا تو رات چاندنی تھی۔ وہ سمجھتا ہے کہ ابھی کل ہی کی بات ہے وہ عتیق کی پررونق راتوں اور اپنے ساتھیوں کو یاد کرتا ہے۔ پھر اپنی موجودہ صورت پر غور کرتا ہے کہ اس طرح تو میں اکیلا ہی مرکھپ جاؤں گا۔ کہاں جنازے اور کہاں تعزیتیں۔

ہاں اتنا ضرور ہے کہ فی سبیل اللہ شہید ہوں گا۔ لیکن اللہ رب العزت مجھ سے میری بیوی کے حقوق کے متعلق جواب طلبی نہ کرے گا۔ اس کے بعد سوچنے لگا کہ آیا "وہ زندہ ہے یا رنج و الم سے فوت ہو گئی ہے؟ کیا وہ مدینہ منورہ میں ہے یا کسی اور جگہ چلی گئی ہے؟ کیا وہ وفا داری کے عہد پر قائم ہے یا شیطان نے اسے بے حیائی پر لگا دیا ہے؟

تیس ہزار دینار' کم و بیش پچاس لاکھ کے خزانے کے ساتھ کیا گزری ہو گی؟ محفوظ ہو گا یا خرچ ہو گیا ہو گا اور اگر ستائیس سال کے عرصہ زندگی کے اوراق اور صفحات الٹنے لگا کہ جب اس نے بستر عروسی پر اپنی بیوی کو جدائی دی تھی تو اسے کتنی تکالیف اور کتنے غم اٹھانے پڑے ہوں گے۔

وہ اس پر لطف اور لزیز عتاب کا تصور کرنے لگا جو اسے سہیلہ کی ملاقات سے حاصل ہوا۔ وہ اپنی جگہ پر قرار نہیں پکڑتا۔ چاہتا ہے کہ اڑ کر مدینہ پہنچ جائے۔ جب وہ گھر سے نکلا تھا تو اس کے سر اور چہرے پر کوئی سفید بال بھی نہیں تھا۔ اب سارا سر اور داڑھی سفید ہو چکی تھی اور سوچا کہ افسوس اس زندگی پر جس میں نہ تو مدینۃ الرسول ﷺ کو دیکھا نہ عتیق کی بارونق راتوں اور نہ ہی بیوی کی خبر گیری کر سکا اسے وطن کی یاد ستانے لگی۔

فوراً امیر لشکر سے واپسی کی اجازت لی اور گھوڑے پر سوار ہو کر مدینہ کی جانب روانہ ہوا۔ شدت شوق کی وجہ سے جہاں کہیں رات پڑتی وہاں سے فوراً کوچ کرتا اس طرح میدانوں اور شہروں کو طے کرتا رہا اور سوچتا رہا کہ یہ دینار جو مال غنیمت سے ملے ہیں۔ یہ ان تیس ہزار میں جمع کروں گا اور اس قدر عجلت سے چلتا کہ گویا وہ موت سے مقابلہ کرتا ہے کہ کہیں وہ اسے راستے ہی میں نہ آ جائے۔ گھوڑے کو ایڑی لگاتا اور دوڑاتا ہوا جزیرہ عرب تک پہنچ گیا۔ جونہی اسے ریگستان عرب اور اس کے پہاڑ نظر آئے اس کا دل مچلنے لگا۔ وطن مالوف' بیوی اور دوستوں کی ملاقات کے لذیز شوق' وہاں کی گرم ہوا اسے ٹھنڈی معلوم ہونے لگی اور وہاں کا جسم کو جھلس دینے والا سورج اس کو سایہ دار محسوس ہونے لگا اور جزیرہ عرب کے چٹیل اور بے آب وگیاہ میدان اس کی آنکھ میں گلستان بن گئے۔ اسے وہاں کی ریت اور پہاڑ پیارے لگے۔ جوں جوں وہ حدود مدینہ الرسولؐ کے قریب ہوتا جاتا خوشی سے جھومتا جاتا اور جونہی اسے جبل احد نظر آیا اس کا دل سینے میں رقص کرنے لگا اسے وہاں سے وہ رونق نظر آنے لگی جو اس نے کبھی دیکھی نہ تھی۔ سرخ اور نیلی رنگتوں کے پہاڑوں اور ریت کے سرخ ٹیلوں نے وہ کیفیت پیدا کر دی کہ وہ اسے دیکھتا اکتاتا ہی نہیں تھا۔

جب جبل احد پر پہنچا تو اپنے آپ کو سب تفکرات سے آزاد کرکے آنے والے لذیز عتاب کے لئے تیار کرنے لگا۔ اسے مدینہ نظر آیا تو اس کا دل خوشی سے پھولنے اور مچلنے لگا۔ قریب تھا کہ وہ خوشی سے چلا اٹھے۔ مسجد نبوی نظر آئی تو اس نے سب چیزوں کو بھلا دیا۔ ان دنوں صحیح سنت کی وجہ سے مسجد میں گنبد وغیرہ نہ بنے تھے۔ گھر کی بجائے مسجد الرسول کا رخ کرتا ہے تاکہ مسجد میں نماز ادا کرے اور پھر سرور دوعالم ﷺ پر سلام پڑھے۔ اس نے نوافل ادا کئے اور رسول ﷺ پر سلام پڑھا۔ وہاں کیا دیکھتا ہے کہ ایک حلقے کی شکل میں بہت سی مخلوق جمع ہے بڑی بڑی پگڑیوں والے بزرگ ایک شخص کے اردگرد بیٹھے درس سن رہے ہیں۔ اس نے دیکھنے کی کوشش کی لیکن اسے دیکھ نہ سکا۔ چنانچہ فروخ وہاں بیٹھ کر خطاب سننے لگا وہ وعظ و ارشاد ایسا تھا کہ فروخ کو افسوس ہوا کہ اس کی تمام عمر ضائع ہو گئی کاش کہ وہ بھی علم حاصل کرتا۔ عصر کی اذان ہوئی تو جلسہ منتشر ہو گیا اور پھر اس نے باجماعت نماز ادا کی۔ اس کے بعد ساتھ والے نمازی سے پوچھا۔

فروخ :- یہ کون صاحب درس دے رہے تھے؟

نمازی:- بڑا تعجب ہے کیا تو نے اسے نہیں جانتا یہ امام ربیعہ الرازی ہے بھئی تو کہاں سے ہے۔

فروخ :- مسافر ہوں ابھی ابھی سفر سے آیا ہوں ربیعتہ الرازی کون ہے؟

نمازی :- یہ اس شہر کا امام اور فقیہ ہے یہ مالک بن انس' سفیان ثوری' شعبہ کا استاد ہے۔ اس کے حلقہ درس میں چالیس آدمی تو ایسے ہیں جو بذات خود حدیث کے امام ہیں۔ اس نے کیسا خوب درس دیا۔ سناؤ تم نے اس جیسا درس کبھی سنا۔

فروخ:- ہاں میں سمجھ گیا۔ اس کے بعد فروخ نے گھوڑا کھولا اور نیزہ پکڑ کر اس پر سوار

ہو گیا اور اپنے گھر روانہ ہو گیا۔ جا کر اپنے دروازے پر دستک دی تو گھر سے ایک حسین و جمیل نوجوان نکلا اس کے پیچھے فروخ کی بیوی سہیلہ تھی جسے فروخ نے پہلی ہی نظر میں پہچان لیا۔ نوجوان نے باہر نکل کر دروازہ بند کر دیا۔ نوجوان کی طرف دیکھ کر غیرت سے فروخ کا خون کھول اٹھا اور نوجوان کو ڈانٹتا ہوا گھر میں داخل ہونے لگا۔ نوجوان تعجب کرتا ہوا چلایا۔

نوجوان :۔ اللہ کے دشمن تو بغیر اجازت میرے گھر میں کیوں گھستا ہے؟

فروخ :۔ اللہ کا دشمن تو ہے تو کیوں میری بیوی کے ساتھ پھر رہا ہے؟ دونوں الجھنے لگے جھگڑا طول پکڑ گیا لوگ اکٹھے ہو گئے امام مالک اور دیگر شاگرد بھی اپنے استاد کی مدد کو پہنچے نوجوان کہہ رہا تھا "میں تجھے شہر کے حاکم کے سامنے پیش کئے بغیر نہیں چھوڑوں گا"۔

فروخ :۔ اللہ کی قسم میں تجھے امیر شہر کے پاس ضرور لے جاؤں گا تو میری بیوی کے ہاں پھر رہا ہے شور بلند ہوا لوگوں نے امام مالکؒ بن انس کو دیکھا تو خاموش ہو گئے۔

امام مالک:۔ جناب آپ کسی اور جگہ بھی ٹھہر سکتے ہیں؟

فروخ :۔ جناب یہ میرا گھر ہے میں ابو عبدالرحمان فروخ ہوں۔

جونہی بیوی کے کان میں یہ آواز پڑی تو لپکتی ہوئی آئی اور اس نے لوگوں سے کہا کہ یہ میرا خاوند ہے اور یہ نوجوان ربیعہ اس کا بیٹا ہے۔ یہ مجھے الوداع کہہ کر جہاد فی سبیل اللہ کے لئے نکل گیا تھا اور ربیعہ اس وقت میرے بطن میں تھا۔ اتنا تعارف ہوتے ہی دونوں باپ اور بیٹا ایک دوسرے کے گلے لگ کر اس طرح ملے کہ دونوں دیر تک روتے رہے اس کے بعد ابو عبدالرحمان فروخ گھر میں داخل ہو گیا۔

ربیعہ ضروری اشیاء لانے کے لئے گھر سے باہر گئے اور یہ دونوں میاں بیوی بیٹھے باتیں کرنے لگے۔

فروخ :۔ سہیلہ معاف کرنا اللہ کے لئے مجھے بخش دینا مجھ سے بڑا جرم سرزد ہوا لیکن میں تجھ سے بے حد پیار کرتا ہوں۔

سہیلہ :۔ اب بھی تو محبت کرتا ہے حالانکہ میں بوڑھی ہو چکی ہوں۔

فروخ :۔ سہیلہ اخلاص ہی دراصل خوبی ہے اور یہی بہت بڑی خوبصورتی ہے تو اب بھی مجھے دنیا کی عورتوں سے خوبصورت لگتی ہے۔

کچھ وقت اس طرح گفتگو سے لطف اندوز ہونے کے بعد فروخ نے چار ہزار دینار سہیلہ کو دیئے اور کہا کہ اب ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے آسودہ حال ہیں انہیں ان پچاس ہزار دینار سے ملا لیجئے تمہارے پاس وہ دینار محفوظ تو ہوں گے ذرا مجھے وہ بھی دکھاؤ۔

سہیلہ کچھ توقف کرکے بولی۔

آپ نے مسجد میں نماز نہیں پڑھی؟

فروخ :۔ ہاں پڑھی ہے وہاں تو بڑا دلچسپ منظر دیکھنے میں آیا ہے کہ مخلوق جمع تھی اور سناٹا چھایا ہوا تھا اور ایک عالم درس دے رہا تھا۔ سبحان اللہ ایسا منظر تو کبھی دیکھنے میں نہیں آیا بہت خوب بیان ہو رہا تھا۔ وہ تو کوئی بڑا ہی صاحب علم بزرگ تھا۔ بڑے بڑے لوگ اس کے بیان سے مستفیض ہو رہے تھے اس کا بیان انبیاء کا کلام معلوم ہو رہا تھا۔ مجھے تو اپنے آپ پر افسوس ہونے لگا کہ کاش میں بھی علم حاصل کرکے اس طرح درجہ فضیلت حاصل کرتا۔

سہیلہ :۔ کیا آپ کو یہ بات پسند ہے تم عالم دین بن جاتے اور تیس ہزار دینار آپ کے پاس نہ ہوتے۔

فروخ :۔ واللہ مجھے یہ درجہ بہت ہی محبوب ہے کہ کاش میں عالم دین ہوتا۔

سہیلہ :۔ کیا آپ کو یہ بھی پسند ہے کہ وہ دینار صرف ہو جائیں اور آپ کا بیٹا ایسا عالم ہو؟

فروخ :۔ اللہ کی قسم مجھے یہ بات بھی بڑی محبوب ہے کہ میرا لخت جگر ایسا عالم دین بن جائے۔

سہیلہ :۔ وہ عالم دین جو مسجد نبویؐ میں علماء اور عوام الناس میں تقریر کر رہا تھا۔ وہ آپ ہی کا بیٹا ہے میں نے وہ تیس ہزار دینار اس کی تعلیم پر خرچ کر دیئے ہیں۔ کیا آپ تیس ہزار دینار کے بدلے اسے خرید نہیں لیتے؟

فروخ :۔ کیا وہ عالم دین میرا ہی بیٹا ہے۔ سرور شادمانی کی بجلی پورے جسم میں کوندی، خوشی سے آنکھوں میں آنسو بہہ پڑے اور سرور کی لہر پورے جسم میں دوڑ گئی۔ دیوانہ وار اپنے بیٹے کی تلاش میں چل پڑتا ہے اور کہتا ہے او عقلمند وفادار بیوی تیری محنت رنگ لے آئی۔

چنانچہ یہی امام ربیعۃ الرای آسمان علم پر ستارہ بن کر چمکا نہ صرف یہ کہ خود امام بنا بلکہ بڑے بڑے آئمہ دین کا استاد بنا پوری اسلامی دنیا اس ماں اور اس کے مایہ ناز سپوت پر فخر کرتی ہے۔

کیا آج کی ماؤں میں بھی جذبہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کو علوم اسلامیہ کے لئے وقف کریں اور انہیں عالم دین بنائیں۔

**مدیر ہفت روزہ "الاعتصام" کو صدمہ**

ہفت روزہ الاعتصام کے مدیر حافظ احمد شاکر کی بہو مولانا مسعود عبدہ کی بیٹی معروف ادیبہ مریم خنساء اٹھارہ دن بیہوشی کے بعد ایک مقامی ہسپتال میں وفات پا گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ ایک قلم کار اور امت کی تڑپ رکھنے والی خاتون تھیں اللہ تعالیٰ ان کی حسنات کو قبول فرمائے اور اعلیٰ مقام سے نوازے۔ اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین (ادارہ)